کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں
میزان حروف
تصوف اور مرشد عصر حضرت اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے فکری زاویے
تالیف: سید محمد عبد اللہ شاہ قادری

میزان حروف

تصوف

اور

مرشد عصر حضرت اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے فکری زاویے

اہل تصوف میں دو مختلف نظریات رواج پذیر ہیں۔جنھیں۔۔۔۔ وحدت الوجود۔۔۔۔ اور۔۔۔۔ وحدت الشہود۔۔۔کے نام سے یاد کیا جاتا ہے یا انھیں دوسری اصطلاح میں دین ہمہ اوست۔۔۔۔اور دین ہمہ از اوست۔۔۔۔ کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔علامہ اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ کا تصوف کے دونوں نظریات پر گہرا مطالعہ تھا لیکن وہ خود نظریہ وحدت الوجود کے قائل وداعی تھے۔اقبال کا عقیدہ تھا کہ انسان صحیح معنوں میں اسی وقت مسلمان ہوسکتا ہے جب قرآن کے بتائے ہوئے اوامرونہی اس کی اپنی خواہش بن جائیں۔ایک مکتوب میں علامہ لکھتے ہیں کہ ''زمانہ حال کے مسلمانوں کی نجات اس میں ہے کہ بزرگان سلف کے حیرت ناک تذکروں کو زندہ کیا جائے انھوں نے سید سلمان ندوی کے نام ایک خط میں لکھا کہ میری ایک مدت سے خواہش ہے کہ اسلامی حکماء اور صوفیاء کے نقطہ نگاہ سے یورپ کو روشناس کیا جائے مجھے یقین ہے کہ اس کا بہت اچھا اثر ہوگا''۔انھوں نے تاجدار گولڑہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی قادری چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نام ایک خط 8اگست 1933ء کو ارسال کیا جس میں رقمطراز ہیں کہ ''میں نے گزشتہ سال انگلستان میں حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ پر ایک تقریر کی تھی جو وہاں کے اداشناس لوگوں میں بہت مقبول ہوئی اب پھر ادھر جانے کا قصد ہے اور اس سفر میں محی الدین ابن عربی پر کچھ کہنے کا ارادہ ہے''۔اس خط کی ابتداء میں علامہ اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے عقیدت کا اظہار ان الفاظ میں کیا ''اگرچہ زیارت اور استفادہ کا شوق ایک مدت سے ہے تاہم اس سے پہلے شرف نیاز حاصل نہیں ہوا اب اس محرومی کی تلافی اس عریضہ سے کرتا ہوں گو مجھے اندیشہ ہے کہ اس خط کا جواب لکھنے یا لکھوانے میں جناب کو زحمت ہوگی بہرحال جناب کی وسعت اخلاق پر بھروسہ کرتے ہوئے چند سطور لکھنے کی جرأت کرتا ہوں کہ اس وقت ہندوستان بھر میں کوئی اور دروازہ نہیں جو پیش نظر مقصد کے لیے کھٹکھٹایا جائے۔'' حضرت علامہ اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ کا پورا

مکتوب گرامی حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی سوانح حیات مہر منیر میں موجود ہے۔اس خط کے مندرجات کو پڑھ کر اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ علامہ اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ کو تصوف اور صوفیاء سے کتنی عقیدت و دلچسپی تھی۔واضح رہے کہ نظریہ وحدت الوجود کو حضرت محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ اور نظریہ وحدت الشہود کو مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے پھیلانے میں بنیادی کردار ادا کیا ہے اور علامہ اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ خط ہر دو بزرگوں سے زبردست عقیدت کا مظہر ہے۔علامہ اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حدود خودی کے تعین کا نام شریعت ہے اور شریعت کو اپنے قلب کی گہرائیوں میں محسوس کرنے کا نام طریقت ہے۔

وہ انگریزی طرز معاشرت اور مغربیت سے بہت متنفر تھے۔انھوں نے فرمایا کہ ہمیں مغربی تہذیب پر تنقید کی ضرورت ہے تقلید کی ضرورت نہیں۔اسلامی خدمت کے جذبے کا اظہار فرماتے ہوئے علامہ اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میری آرزو ہے کہ میں اپنے ملک کے تعلیم یافتہ لوگوں پر دین کے اسرار منکشف کر جاؤں تا کہ وہ دین کے قریب آ جائیں۔انھوں نے صرف کاروباری اور پیشہ ور واعظوں کو نصیحت کرتے ہوئے آل انڈیا مسلم کانفرنس منعقدہ 1931ء کے خطبہ صدارت میں واضح طور پر کہا تھا کہ موجودہ زمانے کے واعظوں کو تاریخ، اقتصادیات اور عمرانیات کے حقائق عظیمہ سے آشنا ہونے کے علاوہ اپنی قوم کے لٹریچر اور تخیل میں پوری دسترس بھی رکھنی چاہیے۔اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ نے صوفیاء کرام کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے غلام میراں کے نام ایک خط میں لکھا کہ درویشوں کے قافلے میں جو لذت اور راحت ہے وہ امیروں کی معیت میں کیونکر نصیب ہوسکتی ہے۔بلکہ اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ شعر بھی اسی خیال کی تصدیق کرتا ہے

نہ تخت و تاج میں، نہ لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مرد قلندر کی بارگاہ میں ہے

ایک مقام پر فرماتے ہیں

تمنا درد دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

بلکہ انھوں نے تو اکتوبر 1926ء میں جشن عید میلاد النبی ﷺ کے ایک جلسے میں صدارتی خطاب کرتے ہوئے واضح طور پر کہا تھا کہ یہ جوہر انسانی کا کمال ہے کہ اسے دوست کے سوا اور کسی چیز کی دید سے مطلب نہ رہے یہ طریقہ بہت مشکل ہے کتابیں پڑھنے یا میری تقریر سننے سے نہیں آئے گا اس کے لیے کچھ مدت نیکوں اور بزرگوں کی صحبت میں بیٹھ کر روحانی انوار حاصل کرنا ضروری ہیں۔شاید اسی لیے تو انھوں نے کہا تھا کہ

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

علامہ اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ لاہور میں داتا گنج بخش علی ہجویری رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت میاں میر رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت شاہ محمد غوث رحمہ اللہ کے مزارات کی حاضری کے لیے اکثر جایا کرتے تھے۔ حضرت نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزارات پر حاضری کے لیے انھوں نے دور دراز کے سفر بھی کیے اور اکتساب فیض کیا، اپنے روحانی مدارج میں ترقی پائی۔ انھوں نے ملت کے نوجوانوں کو ہدایت فرمائی کہ

کیمیا پیدا کن از مشت گلے
بوسہ زن بر آستان کا ملے

اور پھر اس کی وجہ بھی خود ہی بتاتے ہیں کہ

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو دیکھ ان کو
ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

وہ بزرگوں کو صاحب کمال و کرامات سمجھتے تھے اور خدا کی دی ہوئی توفیق اور اختیار سے اس کی رحمت اور ہدایات کے خزانے تقسیم کرنے والے تصور کرتے تھے انھوں نے حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ تعالیٰ کی درگاہ عالی میں حاضری دی اور کہا

فرشتے پڑھتے ہیں جس کو وہ نام ہے تیرا
بڑی جناب تیری فیض عام ہے تیرا
ستارے عشق کے تیری کشش سے ہیں قائم
نظام مہر کی صورت، نظام ہے تیرا
تیری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی
مسیح و خضر سے اونچا مقام ہے تیرا
نہاں ہے تری محبت میں رنگ محبوبی
بڑی ہے شان بڑا احترام ہے تیرا

دوسری جگہ علامہ اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں

دلوں کو چاک کرے مثل شانہ جس کا اثر
تیری جناب سے ایسی ملے فغان مجھ کو
وہ شمع بارگہ خاندان مرتضویٰ
رہے مثل حرم جس کا آستاں مجھ کو
بھلا ہو دونوں جہانوں میں حسن نظامی کا
ملا ہے جس کی بدولت یہ آستاں مجھ کو

اور جب حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار پر گئے تو اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ پکار اٹھے۔

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیر فلک مطلع انوار
اس خاک کے ذروں میں ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمی احرار
وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہباں
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار
کی عرض یہ میں نے کہ عطا فقر ہو مجھ کو
آنکھیں میری بینا ہیں و لیکن نہیں بیدار

یہ سچ ہے کہ علامہ اقبال کی ذات گرامی ان شخصیات میں سے ایک ہے جو قوموں کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص عطیہ ہوا کرتے ہیں۔ وہ ایک عالمگیر اور آفاقی پیغام کے امین تھے ان کی فکر اور سوچ کا پایا بہت بلند تھا۔ ان کے کلام اور پیغام کو باریک بینی اور بصارت وبصیرت سے دیکھنے والا ان کے بلند مقام کا قائل ہو کے رہتا ہے۔ ان کا پیغام اسلام کا پیغام ہے اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام ہے۔ وہ زندگی کے تمام شعبوں میں اسلام کی آفاقی حیثیت کا سکہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ شاید اسی لیے تو انھوں نے کہا کہ

ہمسایہ جبریل امیں بندہ خاکی
ہے اس کا نشیمن نہ بخارا نہ بدخشاں

اقبال اس عظیم سورج کی مثل ہیں جو مشرق سے ابھرنے اور مغرب میں غروب ہونے کے باوجود مشرقی یا مغربی نہیں کہلاتا بلکہ اپنی عالمگیر حیثیت کو برقرار رکھتا ہے۔اقبال کا کلام و پیغام انسانی رواداری اخوت و بھائی چارے اور اتحاد و یگانگت کی کھلی دعوت ہے۔اسی لیے اقبال نے پکار کر کہا کہ

یقیں محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

وہ اسلام کے تقدس ماب کے نظریات غیر مشروط اور وابستگی رکھتے ہیں اسی لیے تو مذہب کی بنیاد پر وحدت و اخوت کا درس دیتے نظر آتے ہیں۔گویا فرمایا

شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

قوم مذہب سے ہے مذہب جو نہیں تم بھی نہیں
جذب باہم جو نہیں محفل انجم بھی نہیں

دوسری جگہ فرمایا

دامن دین ہاتھ سے چھوٹا تو جمعیت کہاں
اور جمعیت ہوئی رخصت تو ملت بھی گئی

وہ عصر حاضر میں احساس کمتری کا شکار ان افراد کو ناصحانہ انداز میں ارشاد فرماتے ہیں جو اپنے آپ کو جدید اور ترقی یافتہ ثابت کرنے کے لیے اسلامی تعلیمات سے نہ صرف دور ہیں بلکہ وہ اسلامی روایات کا مذاق اڑانے پر تلے ہوئے ہیں۔گویا اقبال نے فرمایا

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی
ان کی جمعیت کا ملک و نسب پر ہے انحصار

قوت مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری

ان کے کلام کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس میں اسلامی روح کارفرما ہے وہ ایسے اصول وضوابط پیش کرتے ہیں کہ پوری انسانیت کی اصلاح اور کامیابی یقینی نظر آتی ہے۔ زیرنظر سطور میں ہم مفکرِاسلام، مصورِ پاکستان، قلندرِ لاہوری، شاعرِ انقلاب حضرت علامہ اقبال کے چند فکر انگیز ارشادات کا مطالعہ کریں گے جو زندگی کے تمام شعبوں میں ہمارے لیے راہنما اصولوں کا درجہ رکھتے ہیں۔ اقبال فرماتے ہیں

- مصیبت ایک عطیہ خداوندی ہے تاکہ انسان پوری زندگی کا مشاہدہ کرلے۔
- کردار اور صحت مند تخیل میسر آجائے تو اس گناہ اور دکھ بھری دنیا کی ایسی تعمیر نو ممکن ہے کہ یہ ایک حقیقی جنت بن جائے۔
- ضبطِ نفس افراد میں ہو تو خاندانوں کی تعمیر ہوتی ہے۔ قوموں میں ہو تو سلطنتیں قائم ہوتی ہیں۔
- فلسفہ بوڑھا بنا دیتا ہے جبکہ شاعری تجدید شباب کرتی ہے۔
- میں اپنے شب وروز اور ماہ وسال کی قدر و قیمت ان تجربات کے لحاظ سے جانچتا ہوں جو وہ مجھے بخشتے ہیں اور بعض اوقات میں یہ دیکھ کر حیران رہ جاتا ہوں کہ ایک آن واحد پورے ایک سال سے زیادہ گراں قدر ہے۔
- خدا اور شیطان دونوں انسان کو مواقع فراہم کرتے ہیں اور یہ اسی پر چھوڑ دیتے ہیں کہ وہ ان مواقع سے جیسا مناسب سمجھے فائدہ اٹھائے۔
- اسلام اور عیسائیت دونوں کو ایک مشترک حریف یعنی بت پرستی سے نمٹنا پڑا لیکن فرق یہ ہے کہ عیسائیت نے اپنے حریف سے سمجھوتا کرلیا اسلام نے اسے بالکل نیست ونابود کردیا۔
- قومیں شعراء کے دلوں میں جنم لیتی ہیں اور سیاست دانوں کے ہاتھوں میں چلتی اور پھر مرجاتی ہیں۔
- زندگی میں کامیابی کا انحصار عزم پر ہے نہ کہ عقل پر۔
- اپنی حدود کو پہچاننے اور اپنی صلاحیتوں کو پرکھئے پھر زندگی میں آپ کی کامیابی یقینی ہے۔
- سچی سیاسی زندگی کا آغاز حقوق کے مطالبے سے نہیں بلکہ فرائض کی ادائیگی سے ہوتا ہے۔
- خوشا وہ دل جو عشق نبی ﷺ کا نشیمن ہو۔
- حدودِ خودی کے تعین کا نام شریعت ہے۔
- مادہ اور روح دونوں کے امتزاج کا نام حقیقت ہے۔

- شعر سننے اور سنانے کی چیز نہیں، تنہائی میں بیٹھ کر پڑھنے کی چیز ہے۔
- حسن قوت سے خالی ہو تو محض ایک پیغام موت ہے۔
- ہر انسان چھوٹے پیمانے پر ایک خالق ہے اور ان تخلیقی قوتوں کو ضائع کرنے کا نام گناہ ہے۔
- درویشوں کے قافلے میں جو لذت و راحت ہے وہ امیروں کی معصیت میں کیونکر نصیب ہو سکتی ہے۔
- خودی کا عرفان، قرآن کے سوا کہیں نہیں۔
- وہ حسن جس پر استغنا کا غازہ نہ ہو بدصورتی سے بھی بدتر ہے۔
- قومیں فکر سے محروم ہو کر تباہ ہو جاتی ہیں۔
- فلسفہ، انسانی عقل کی خنک تیرگی میں ٹھٹھرتے ہوئے تجربات کا مجموعہ ہوتا ہے۔ شاعر آتا ہے اور اپنے سوز دل سے انھیں گرما کر واقعیت میں بدل دیتا ہے۔
- کاہل دماغ میں پودے کی سی خصوصیت ہوتی ہے وہ بھی ناچ نہیں سکتا۔

صوفی کی طریقت میں فقط مستی احوال
ملا کی شریعت میں فقط مستی گفتار
شاعر کی نوا مردہ و افسردہ و بے ذوق
افکار میں سرمست، نہ خوابیدہ نہ بیدار
وہ مرد مجاہد نظر آتا نہیں مجھ کو
ہو جس کے رگ و پے میں فقط مستی کردار

فطرت نے مجھے بخشے ہیں جوہر ملکوتی
خاکی ہوں مگر خاک سے رکھتا نہیں پیوند
درویش خدا مست نہ شرقی ہے نہ غربی
گھر میرا نہ دلی نہ صفاہاں نہ سمرقند
کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق
نہ آبلہ مسجد ہوں نہ تہذیب کا فرزند

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

مومن کے جہاں کی حد نہیں ہے
مومن کا ہر مقام کہیں ہے

نقش ہیں سب ناتمام خون جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام خون جگر کے بغیر

ان ارشادات کی روشنی میں اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں رہا کہ فکر اقبال کو عام کرنا عصر حاضر کی اہم ضرورت ہے اور مرشدِ عصر حضرت اقبال نے بھی اس آرزو کا اظہار اپنے اس دعائیہ شعر میں کیا تھا

خدایا آرزو میری یہی ہے
مرا نور بصیرت عام کر دے

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمہ اللہ تعالیٰ سے آپ کی عقیدت وارادت، انس اور قلبی وروحانی تعلق ایک مسلمہ حقیت ہے اور اس موضوع پر محقق ابن محقق مخدوم ومحترم سید محمد عبداللہ شاہ قادری حفظہ اللہ تعالیٰ نے تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے خداوند متعال ان کی اس سعی کو قبول ومقبول فرمائے سچ یہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب اپنے خاندان کے وقار کا علامتی نشان اور اپنے والد بزرگوار ماہر اقبالیات سید نور محمد قادری قدس سرہٗ کے حقیقی جانشین ہیں۔ میں برادرم علامہ محمد نعیم جاوید نوری ان کی مسجد انتظامیہ اور فیضان رسول فاؤنڈیشن کے جملہ اراکین وذمہ داران کو ایک بہت اچھے موضوع پر بہت اچھی کتاب شائع کرنے کے سبب مبارک باد پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ پاک اپنی خاص رحمتوں سے انہیں بھی وافر حصہ عطا کرے اور حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ قلندر لاہوری مرشد عصر علامہ اقبال کا حقیقی فیض نصیب کرے۔ اللہ تعالیٰ حضور داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہٗ اور حکیم الامت عارف لاہوری حضرت علامہ اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ کے روشن خیالات، نظریات وعقائد سے پوری قوم کو استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

غبار راہِ بطحا

ملک محبوب الرسول قادری

انتساب!

میں ان چند اوراق کو

سلسلہ جنیدیہ کے روحانی پیشوا حضرت ابوالفضل محمد بن الحسن الختلی قدس سرہٗ

(مرشد گرامی حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمتہ)

اور

سلسلہ قادریہ کے روحانی پیشوا حضرت قاضی سلطان محمود قادری قدس سرہ

آوان شریف ضلع گجرات

(مرشد گرامی حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

کے نام معنون کرتا ہوں

بہر بلبل مدیہ دیگر بدست مابنود
بوئے گل در دامنِ باد صبا پیچیدہ ایم

سو واری تارے چمکن پئے سوواری شبنم ڈھلکے پئی
جنہاں نے تینوں ویکھ لیا اوہ نظراں کتے نہ ٹھہر دیاں

(پیر فضل حسین فضل گجراتی)

نوٹ: حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرے خاندان کے روحانی پیشوا ہیں۔

خاک پا راہِ درد مندان

سیّد محمد عبداللہ قادری

چک 15 شمالی ضلع منڈی بہاؤالدین (پنجاب) پاکستان

تھدیه

حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری چشتی نظامی فخری قادری ابن فخر الاطباء حکیم فقیر محمد چشتی نظامی (م 17 نومبر 1999ء) جنھوں نے اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی قادری رضی اللہ عنہ (م1928ء) کی تعلیمات کو اجاگر کرنے کیلئے بھرپور انداز میں کام کیا جو مدتوں یاد رکھا جائے گا۔

نامور محقق و نقاد ماہر اقبالیات سیّد نور محمد قادری علیہ الرحمہ ابن حافظ سید محمد عبداللہ قادری (م15 نومبر 1996ء) سید صاحب علیہ الرحمہ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ پر جتنا کام کیا وہ سند کی حیثیت رکھتا ہے اور شعر فہم و سخن شناس تھے (سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مجھے نسبت فرزندی ہے) مدفون چک 15 شمالی ضلع منڈی بہاؤالدین۔

ابو الطاہر فدا حسین فدا قادری لاہوری (پ 1919ء) ابن میاں بدر الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ شاعر، صاحب طرز ادیب، نقاد، سخن ور اور صحافی، علامہ تاج الدین احمد تاج عرفانی کے خوشہ چین (شاعری) ہیں غزل، قصیدہ، مثنوی، رباعی پر یکساں نظر رکھتے ہیں۔ تاریخ گوئی میں یگانہ روزگار ہیں۔ ماہ نامہ مہر و ماہ لاہور کے مدیر اور روح رواں ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں صحت والی عمر عطا فرمائے۔ آمین۔ فدا حسین فدا صاحب فروری 2006ء میں رحلت فرما گئے ہیں۔

نوٹ: تینوں بزرگوں میں گہری چھنتی تھی۔ برسوں دوستی رہی۔ اسلاف و اخلاف کا نمونہ ہیں۔ میں آج جو کچھ لکھنے کے قابل ہوا ہوں اس میں ان بزرگوں کی محنت شاقہ کا خاصا دخل ہے۔

سیّد محمد عبداللہ قادری عفی عنہ

نذرانہ عقیدت

بحضور سیّد ہجویر مخدوم امم رضی اللہ عنہ

از حکیم نیّر واسطی

مطرب عشق عجب ساز و نوا رکھتا ہے
دل کے ہر پردے میں ہنگامہ بپا رکھتا ہے
عظمت فقر ہے ہر حال میں تابندہ جمال
لالہ صحرا میں بھی شاہانہ قبا رکھتا ہے
صحنِ مئے خانہ کہ ہے مہبط انوارِ خدا
قبلہ حاجت و محراب دُعا رکھتا ہے
اللہ اللہ رے فیضانِ در پیر مغاں
مستِ جام مئے اندوہ ربا رکھتا ہے
شہر لاہور کہ ہے سجدہ گہہ اہل نظر
مردِ[1] ہجویر کا نقشِ کفِ پا رکھتا ہے (۱)

---

(۱) (ماہ نامہ فیض الاسلام راولپنڈی مئی 1974ء)

[1] مرد ہجویر رضی اللہ عنہ بزرگ ترین ہستی ہے جس نے بت کدہ ہند میں مسجود حقیقی کی واحدنیت کا علم بلند کیا جس نے صرف ایک ذات کے سجدہ کی تبلیغ کے لیے عمر گراں مایہ صرف کر دی۔ آج بھی ان کے نام لیواؤں کو ان کے پیغام پر غور و عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ رسمی عقیدت سے آگے بڑھ کر حقیقی اطاعت ہی قلب و روح میں معنوی انقلاب پیدا کر سکتی ہے۔ (عرشی)

مدح حضرت داتا گنج بخش قدس سرہٗ

از: حضرت مولانا محمد بخش مسلم رحمۃ اللہ علیہ (بی اے)
خطیب مسلم مسجد لاہور

مرشد و مخدوم شیدائے کلام کبریا
ترجمان حق ندائے سنت خیرالوریٰ
داعی توحید و آئین محمد مصطفےٰ
طالب صدیقؓ و فاروقؓ و غنی و مرتضیٰ
سید و حسنی حسینی و امام الاصفیا
غزنوی حنفی جنیدی پیکر علم و ہدیٰ
راز دار و خود شناس است و حقیقت یہ آشنا
کشف محجوب است شاہکار ولی الاولیاء
در دیار کفر آمد صاحب نور و ضیاء
عالماں را پیشوا و عارفاں را مقتدا
گفت تبلیغ و تصوف مرحبا صد مرحبا
بیگماں شد اولیں معمارِ پاکستان ما
خواجہ اجمیر داند سید ہجویر را
آشنا گوید بوصف آشنا و ہمنوا
گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما(۱)

(۱) ماہنامہ نورالحبیب بصیر پور ص 14 صفرالمظفر 1408ھ (جو کہ جانشین فقیہ اعظم صاحبزادہ محمد محبّ اللہ نوری کی زیر ادارت نکلنے والا علم و تحقیق ایک شاہکار رسالہ ہے۔)

داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ۔ و۔ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

از: طارق سلطانپوری
حسن ابدال

سیّد ہجویر کے اقبال بھی تھے بانیاز
معتقد تہ دل سے تھے داتا کے وہ دانائے راز
محترم ہیں حق نگاہانِ حرم اقبال کے
سیّد ہجویر ''مخدومِ اُمم'' اقبال کے
مرقدِ داتا کو لکھا پیرِ سنجر کا حرم
یوں کیا واضح مقام سیّد والا حشم
حضرت داتا کا بھی اُن پر تھا غایت التفات
محرمانِ راز کو معلوم ہیں کچھ واقعات
جو ولی ہے جانتا ہے رتبہ و جاہِ ولی
اولیائے پاک رکھتے ہیں مکمل آگہی (۱)

(۱) مکتوب سردار محمد عبدالقیوم خاں طارق سلطانپوری۔ بنام سید محمد عبداللہ قادری 27 جون 2000ء

لاہور (پنجاب پاکستان)، میں ایسی دو عظیم شخصیات ہو گزری ہیں جن کا تذکرہ ہر دور میں ہوتا رہا ہے۔ یوں ہی رہتی

دنیا تک ان کے ناموں اور کارناموں کو قوم ہمیشہ یاد رکھے گی اور جنھیں فراموش کرنے کے باوجود بھی فراموش نہ کیا جا سکے گا۔

ان شخصیات پر اللہ تعالیٰ عزوجل شانہٗ اور اس کے حبیب مکرم آقا دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے حد وحساب عنایات ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ رضی اللہ عنہ

ان شخصیات سے مراد تصوف کی دنیا کے شہنشاہ مخدوم الامم حضرت سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ اور حکیم الامت، شاعر مشرق حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جن کی شہرت بقا دوام تک رہے گی۔ حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ، حضرت داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ رحمۃ اللہ علیہ عالی عقیدت مند تھے۔ انھوں نے حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ مقدور بھر روحانی فیض حاصل کیا۔ اس فیض کا ذکر حضرت علامہ رحمۃ اللہ علیہ بیشتر اپنے خاص دوستوں سے کیا کرتے تھے۔ جن کا تذکرہ محقق مصنفین نے اپنی تحریروں میں کیا ہے۔ جس کے مطالعہ سے حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت علامہ رحمۃ اللہ علیہ عقیدت کا بھرپور اظہار ہوتا ہے کہ حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت علامہ رحمۃ اللہ علیہ پر کتنی نظر عنایت تھی۔

حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے عمر بھر حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ مشہور تصنیف ''کشف المحجوب'' کو حرز جان بنائے رکھا بہت استفادہ کیا اور اپنے ملنے والوں کو کشف المحجوب کے مطالعہ کی ترغیب دیتے۔

میں (سید محمد عبداللہ قادری) نے حضرت علامہ رحمۃ اللہ علیہ شہری تصنیف ''اسرار خودی'' کی شرح سے بھی فائدہ اُٹھایا ہے۔ اسرار خودی کی شرح، پروفیسر یوسف سلیم چشتی نے کی ہے جو اس فن میں خوب مہارت رکھتے تھے اور شرح کا حق ادا کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے جس میں وہ کافی حد تک کامیاب نظر آتے ہیں اور نئی معلومات بھی فراہم کرتے ہیں۔

اسرار خودی کی شرح کے علاوہ میں نے نامور محقق و نقاد ماہر اقبالیات سید نور محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ (15 نومبر 1996ء) مصنف اقبال کا آخری معرکہ، اقبال کے دینی اور سیاسی افکار، میلاد شریف اور علامہ اقبال، کے مضمون ''علامہ اقبال کی صوفیائے عظام سے عقیدت'' مشمولہ ''اقبال ریویو' لاہور جنوری 1984ء سے بھی مستفید ہوا ہوں۔ مجھے (سید نور محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ چک نمبر 15 شمالی ضلع منڈی بہاؤالدین سے نسبت فرزندی ہے)۔

مجھے امید واثق ہے کہ ''حضرت داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ سے حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدت'' کا مطالعہ قارئین کے لیے اور راقم کے لیے باعث انبساط اور وسیلہ نجات بنے گا۔ انشاءاللہ العزیز بجاہ سید المرسلین علی الیہ علیہ وآلہ وسلم۔

سید محمد عبداللہ قادری

سید ہجویر مخدوم امم ؓ
اور
حضرت علامہ محمداقبال ؒ

سید محمد عبداللہ شاہ قادری

حضرت داتا گنج بخش ؓ کی مایہ ناز تالیف ''کشف المحجوب'' کے دیباچہ میں حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری چشتی نظامی فخری ابن حکیم فقیر محمد چشتی نظامی ؒ (17 نومبر 1999ء) تحریر فرماتے ہیں۔

''علامہ محمد اقبال ؒ نے حضرت داتا صاحب قدس سرہٗ کی عظیم الشان دینی خدمات اور روحانی عظمت کو چند اشعار میں جو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے وہ اُن (علامہ محمد اقبال) ہی کا حصہ ہے ذیل میں ان کے وجد آفرین اشعار ملاحظہ ہوں

سید ہجویر مخدوم اُمم
مرقد او پیر سنجر را حرم
بند ہائے کوہسار آساں گیخت
در زمین ہند تخم سجدہ ریخت
عہد فاروق ؓ از جمالش تازہ شد
حق ز حرف او بلند آوازہ شد
پاسبان عزت ام الکتاب
از نگاہش خانہ باطل خراب
خاک پنجاب از دم او زندہ گشت
صبح ما از مہر او تابندہ گشت

حضرت علامہ محمد اقبال ؒ نے اپنی شعری تصنیف ''مثنوی اسرار خودی'' میں حضرت داتا گنج بخش قدس سرہٗ العزیز کی ایک حکایت بیان کی ہے۔اُس حکایت میں اُس نوجوان کا قصہ بیان کیا ہے جو مرو سے چل کر حضرت داتا گنج بخش ؓ

کی خدمت میں لاہور حاضر ہوا تھا اور حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دشمنوں کے ستم کی شکایت کی تھی جس پر شیخ موصوف نے اسے نصیحت فرمائی

راست می گویم عدو ہم یار تست
ہستی او رونق بازار تست

معروف شارح پروفیسر یوسف سلیم چشتی نے ''اسرارخودی'' کی شرح کرتے ہوئے بحث ''یازدہم'' میں ایک عنوان یوں مرتب کیا ہے۔

''اس نوجوان کی داستان جو مرو سے چل کر حضرت سید علی ہجویری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لاہور حاضر ہوا تھا۔''

میں (سیّد محمد عبداللہ قادری ولد سیّد نور محمد قادری علیہ الرحمہ) چاہتا ہوں کہ اس بحث کو پورے کا پورا نقل کر دیا جائے۔ جو خالی از دلچسپی نہیں۔

''بحث یازدہم'' ص 424 تا ص 431 تک محیط ہے۔

تمہید

اس فصل میں اقبال نے اس نوجوان کی حکایت بیان کی ہے جو مرو سے چل کر حضرت سید علی ہجویری المقلب بہ داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لاہور حاضر ہوا تھا۔

اگرچہ مخدوم الملت حضرت علی ہجویری رضی اللہ عنہ اور سلطان الہند حضرت خواجہ اجمیری رضی اللہ عنہ علیہ الرحمہ شہرت کی بنا پر تعارف سے بے نیاز ہیں مگر حصول برکت وجلب سعادت کی غرض سے راقم الحروف ان کے تذکرے سے اپنی ناچیز تالیف کے اوراق کو مزین کرنا چاہتا ہے۔

شہنذم کہ در روز امید و بیم
بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

(سعدی)

تذکرہ شیخ ہجویری رضی اللہ عنہ

ابوالحسن کنیت ہے علی اسم گرامی ہے۔ غزنی کے قریب ہجویر نامی گاؤں میں ولادت ہوئی اس لیے ہجویری مشہور ہوئے ظاہری تعلیم سے فراغت کے بعد باطنی تعلیم ابوالفضل محمد بن الحسن ختلی رضی اللہ عنہ سے پائی۔ ان کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے ان

کے حکم سے تبلیغ واشاعت اسلام کے لیے لاہورتشریف لائے چندسال قیام کے بعد پھر مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی وفات کے بعد پھر لاہورکواپنے قدموں سے برکت بخشی اللہ تعالیٰ نے حضرت کے مواعیظ حسنہ میں وہ تاثیرعطا فرمائی تھی کہ ان کی بدولت ہزاروں غیر مسلم دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے۔حضرت کا معمول یہ تھا کہ صبح کوقرآن حکیم کا درس دیتے سہ پہرکومبلغین اسلام کی ترتیب فرماتے تھےاورشام کونمازمغرب کے بعد بھاٹی دروازہ کے باہر کھلے میدان میں وعظ کے پردہ میں غیر مسلموں کواسلام کی دعوت دیتے تھے۔کم وبیش تیس سال تک سرزمین لاہورکوانوارِاسلام سے منور کرنے کے بعد 1072 / 465ھ میں رحلت فرمائی۔

چونکہ	سردار	ملک	بمعنی	بود
سال	رحلت	بر	آید	از ''سردار''
				465ھ

حضرت کی تصانیف میں سے کشف المحجوب بہت مشہور اور مقبول ہے۔محبوب الٰہی سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاءؓ کا ارشادگرامی یہ ہے کہ **اگر کسی کومرشد نہ ملتا ہوتو کشف المحجوب کا مطالعہ کرے۔انشاءاللہ اس کی برکت سے مرشد مل جائے گا۔**

1914ء میں راقم الحروف (یوسف سلیم چشتی) سیہ کاراعتزال وفلسفہ کی سرحدوں سے گزرکرتشکیک والحاد کی وادی میں قدم رکھ چکا تھا۔لیکن کشف المحجوب کے مطالعہ کی برکت سے مسلک عشق ومحبت سے روشناس ہوابعدازاں اقبال کے مطالعہ کی بدولت مرشد رومی ؒ کی بارگاہ تک رسائی ہوگئی۔

اگرکسی کوخالص اسلامی تصوف سے آ گاہی مقصود ہوتو وہ اس کتاب کا مطالعہ کرے۔انشاءاللہ گوہر مراد ہاتھ آ جائے گا۔مزید تفصیل کی اس کتاب میں گنجائش نہیں ہے۔

تذکرہ سلطان الہند خواجہ غریب نواز اجمیریؓ

دوسرے مصرع میں اقبال نے سلطان الہند خواجہ غریب نواز اجمیریؒ کی طرف اشارہ کیا ہے حضرت موصوف چھٹی صدی ہجری میں بلدۂ سجستان میں پیدا ہوئے اسی لیے سنجری مشہور ہوئے۔یہ لفظ کثرتِ استعمال سے سنجری بن گیا چنانچہ اقبال نے ''**پیرسنجر**''ہی لکھا ہے۔

عنفوان شباب میں،محبت الٰہی دل میں موجزن ہوئی۔چنانچہ وطن سے نکل کرعراق تشریف لائے اورحضرت خواجہ عثمان

ہارونی علیہ الرحمہ شرف بیعت حاصل کیا بیس سال تک غلاموں کی طرح اپنے مرشد کی خدمت کی، تب جا کر سند ارشاد وہدایت پر فائز ہوئے (لیکن یہ پرانے زمانہ کی باتیں ہیں عہد انگلش کی برکات میں سے ایک برکت یہ بھی ہے کہ آج کل مسند ارشاد پر فائز ہونے کے لیے کسی مرشد یا ہادی کی صحبت یا خدمت کی ضرورت نہیں ہے۔ محض اڈیڑی کی بدولت ایک مسلمان ''صالح'' بن سکتا ہے اس کے بعد جماعت بنا کر ''امیر جماعت'' کے عہدہ پر فائز ہو جاتا ہے اور امارت کے بعد ہدایت کا درجہ خود بخود حاصل ہو جاتا ہے)

منازل سلوک طے کر لینے کے بعد مرشد کی معیت میں حج کی سعادت حاصل کی جب مدینہ منورہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالیہ میں حضوری کی سعادت نصیب ہوئی تو بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے بشارت ملی کہ ہندوستان جا کر تبلیغ و اشاعت اسلام کا فریضہ انجام دو اسی لیے حضرت کا لقب ''سلطان الہند'' ہے کیونکہ اس اقلیم کی ولایت (بادشاہی) کا پروانہ خاص شہنشاہِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالیہ سے صادر ہوا تھا اس وصفِ خاص میں ہندوستان کا کوئی روحانی پیشوا حضرت کا شریک نہیں ہے۔

یہ بشارت عظمیٰ پا کر حضرت اقدس عازم ہندوستان ہوئے اور براہ کابل و پشاور، وارد لاہور ہو کر حضرت مخدوم الامم سید علی ہجویری رضی اللہ عنہ کے مزار مقدس پر معتکف ہوئے جب چلہ سے فارغ ہوئے تو ملتان تشریف لے گئے اور وہاں پانچ چھ سال قیام کر کے ہندی اور سنسکرت میں مہارت بہم پہنچائی تا کہ ہندوستان میں تبلیغ اسلام کا فریضہ بوجوہ احسن انجام دے سکیں۔

ڈاکٹر آرنلڈ لکھتا ہے کہ خواجہ صاحب نے دلی سے اجمیر تک دوران سفر کم وبیش آٹھ سو ہندوؤں کو اسلام میں داخل کیا۔ 10 محرم 561ھ کو اجمیر میں نزول اجلال فرمایا اور ستر سال تک کفرستان ہند کو نورِ اسلام سے منور کرنے کے بعد 6 رجب 632ھ کو رحلت فرمائی۔

حضرت کا آستانہ عالیہ گزشتہ سات سو سال نے مسلمانانِ ہند کی عقیدت کا مرکز بنا ہوا ہے اور بڑے بڑے سلاطین مثلاً اکبر اور شاہ جہان نے عقبہ عالیہ پر جبہ سائی کو اپنے لیے باعثِ صد فخر ومباہات سمجھا ہے۔

حضرت کی ذاتِ بابرکات، عاشقوں کے لیے راحت اور مسرت کا سب سے بڑا منبع ہے۔ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ اگر کسی کو عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بہرہ اندوز ہونے کی آرزو ہو تو سرخیل عشاق، خواجہ خواجگان، سلطان الہند خواجہ غریب نواز اجمیری رضی اللہ عنہ سے محبت کر کے تماشہ دیکھ لے جبھی تو حضرت گرامی ہوشیار پوری مرحوم نے یہ شعر لکھا ہے:

من بد امانِ معین الدین حسن دستے زدم

سیّد من، ہادی من، خضر من، مولائے من

حکایت بیان کرنے سے قبل مرو کا مختصر حال بھی لکھ دوں تو مناسب ہے واضح ہو کہ یہ تاریخ شہر خیوا سے 300 میل کے فاصلہ پر وادیٔ مرغاب میں واقع ہے اس شہر کو سکندر اعظم نے آباد کیا تھا مسلمانوں کے عہد عروج میں یہ شہر صوبہ خراسان میں شامل تھا اور کئی مرتبہ شاہان نے اس کو اپنا دارالحکومت بھی بنایا۔لیکن 1786ء میں جب ازبکوں نے اس کو فتح کیا تو تباہ کر دیا چنانچہ آج تک اسے گذشتہ عظمت نصیب نہیں ہو سکی۔ دلی کی طرح اس شہر کے آثار قدیمہ سینکڑوں میلوں کے رقبہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔ 1883ء میں جب روسیوں نے ترکستان فتح کیا تو یہ شہر بھی ان کے قبضہ میں آ گیا اس وقت شہر کی آبادی 20 ہزار سے کچھ زائد ہے۔

اقبال کہتے ہیں کہ سید علی ہجویری مخدوم الامم رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کے مزار سے حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری رضی اللہ عنہ رحمۃ اللہ علیہ فیض حاصل کیا۔انھوں نے ہندوستان میں سب سے پہلے اسلام کی تبلیغ کی

در زمین ہند تخم سجدہ ریخت

جس طرح فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اسلام کو دنیا میں آشکار کیا۔حضرت کے مشرف باسلام ہونے سے پہلے، کسی شخص کو مکہ میں اپنے اسلام کا اعلانیہ اظہار کرنے کی جرأت نہیں تھی چنانچہ فردوسی لکھتا ہے۔

عمرؓ کرد اسلام را آشکار

بہار است گیتی جو باغ و بہار

اسی طرح حضرت علی ہجویری رضی اللہ عنہ رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان میں اسلام کو آشکار کیا حضرت موصوف قرآن حکیم کی عزت کے محافظ تھے اور ان کی نگاہ کی تاثیر سے باطل مغلوب ہو گیا مختصر یہ ہے کہ

خاک پنجاب از دم او زندہ گشت

ایک دن ایک نوجوان شہر مرو (ترکستان) سے چل کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں دشمنوں میں محصور ہو گیا ہوں۔ اندریں حالات مجھے زندگی بسر کرنے کا طریقہ سکھائیے۔

یہ سن کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ جن کی ذات میں جمال کے ساتھ جلال کا رنگ بھی موجود تھا فرمایا کہ دشمنوں کا خوف اپنے دل سے بالکل نکال دو اور تمھارے اندر جو قوتیں خوابیدہ ہیں ان کو بیدار کرنے کا انتظام کرو یعنی اپنی خودی کو مستحکم کر لو دیکھو! اگر تم نے اپنے آپ کو کمزور ناتواں اور ضعیف تصور کرو گے تو رفتہ رفتہ ایسے ہی ہو جاؤ گے۔

سنگ چوں برخود گمان شیشہ کرد

شیشہ گروید و شکستن پیشہ کرد

اے عزیز! تو اپنے آپ کو کمزور مت سمجھ۔ جو شخص اپنے آپ کو ناتواں سمجھتا ہے قانون قدرت یہ ہے کہ اس کے دل سے مدافعت اور مقابلہ کی طاقت سلب ہو جاتی ہے اور رہزن آ سانی اسے مغلوب کر لیتا ہے نیز تو اپنے آپ کو پانی اور مٹی سے مرکب مت سمجھ۔ تیرے اندر شعلۂ طور پوشیدہ ہے اس کو نمایاں کر دے تا کہ ایک دنیا تیرے سامنے سربسجود ہو جائے تو دشمن کو دشمن سمجھتا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ

راست می گویم عدو ہم یار تست
ہستی او رونق بازارِ تست

دشمن بھی ایک رنگ میں تیرا دوست ہے کیونکہ اس کی بدولت تیری پوشیدہ قوتیں بروئے کار آ سکتی ہیں اگر دشمن نہ ہوتا تو ممکناتِ زندگی (فطری صلاحیتوں) کے اظہار کی کوئی صورت نہیں ہے اس لیے

کشت انسان را عدو باشد سحاب

اے نوجوان! اگر تو ہمت سے کام لے تو راستہ کا پتھر پانی کی طرح تیرے سامنے سے ہٹ جائے گا۔ یاد رکھ! کھانا پینا اور سونا یہ تو حیوانوں کی زندگی ہے نہ کہ انسانوں کی جس انسان کی خودی محکم اور مستحکم نہ ہو اس کا وجود اور عدم دونوں یکساں ہیں۔

لیکن اگر تو اپنی خودی کو مستحکم کرے تو دشمنوں کی تو حقیقت ہی کیا ہے۔

تو اگر خواہی جہاں برہم کنی

تو ساری دنیا کا مقابلہ کر سکتا ہے اور بفضل خدا کامیاب ہو سکتا ہے اے نوجوان! اگر تو اپنی خودی کی حفاظت سے غافل ہو جائے گا تو انجام کار فنا ہو جائے گا پس اگر تو بقاء (ابدی زندگی) کا آرزومند ہے تو اپنی خودی کو مستحکم کر لے۔

گر فنا خواہی زخود آزاد شو
گر بقا خواہی بخود آباد شو

یہ شعر اس فصل کی روح رواں ہے کیونکہ اس میں اقبال نے اپنا سارا فلسفہ قلم بند کر دیا ہے۔ اے نوجوان! موت جو ایک عالمگیر حقیقت ہے، یہ فراق جان وتن کا نام نہیں ہے جیسا کہ عموماً لوگ سمجھتے ہیں دراصل موت خودی کی تربیت سے غافل ہونے کا نام ہے۔

نوٹ: علامہ نے اس شعر کا پہلا مصرعہ مرشد رومی رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور شعر سے مستعار لیا ہے۔

چیست دنیا از خدا غافل بدن!
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن!

اقبال کہتے ہیں

چیست مردن؟ از خودی غافل شدن
توچہ پنداری، فراق جان و تن

اے نوجوان! اگر تو حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح اپنی خودی کو مستحکم کرے تو اسیری (غلامی) سے بادشاہی کے رتبہ کو پہنچ سکتا ہے یہ نصیحت جو حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ آج سے ہزار سال پہلے مرو کے نوجوان کو دی تھی۔

یہی نصیحت آج چودھویں صدی میں اقبال پاکستان کے نوجوانوں کو دے رہے ہیں۔فرق اتنا ہے کہ حضرت ہجویری کا مخاطب ان کی طرف متوجہ تھا اور اقبال کا مخاطب سینما کی طرف متوجہ ہے۔

''راوی'' کے اقبال نمبر اپریل 1974ء میں میاں ایم اسلم (برادر میاں امیر الدین) اپنے ایک مضمون میں حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی، حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رضی اللہ عنہ کا یوں ذکر کرتے ہیں۔

''آپ (علامہ محمد اقبال) نے فرمایا کہ حضرت گرامی آئے ہوئے تھے اور حسب دستور میرے پاس مقیم تھے۔ایک روز ہم دونوں صبح صبح گھر سے نکل کر حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ مزار پر فاتحہ پڑھنے کو چلے، بھاٹی دروازہ کے باہر ایک سفید ریش آدمی ہاتھ پھیلائے بیٹھا تھا میری جیب میں ایک چونی تھی۔میں نے وہ چونی اس کے ہاتھ پر رکھ دی لیکن اس نے چونی زمین پر پھینک دی اور ایک روپیہ مانگا۔مانگنے کا انداز کچھ ایسا تھا کہ میرا قدم آگے کو نہ بڑھا میں نے گرامی صاحب سے کہا کہ آپ دربار کو چلیے میں آپ کے پیچھے پیچھے پہنچتا ہوں۔گرامی صاحب نے کہا کہ وہ اسی جگہ میرا انتظار کریں گے۔گھر دروازے کے قریب ہی تھا۔میں نے گھر سے ایک روپیہ لیا اور واپس آ کر اس فقیر کو دے دیا۔اس نے دعا دی پھر میں اور گرامی، حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر جا پہنچے۔یہاں ہم کچھ دیر ٹھہرے اور فاتحہ پڑھ کر گھر واپس لوٹ آئے۔اسی روز میرے منشی طاہر نے مجھے پانچ سو روپے کا نوٹ دیا اور کہا کہ ایک مقدمے والا آیا تھا اور وہ یہ پانچ سو روپے آپ کی فیس دے گیا ہے۔حضرت گرامی جو میرے پاس بیٹھے تھے۔بولے ڈاکٹر صاحب لیجئے آپ کو ایک کے پانچ سو مل گئے۔''

''روزگار فقیر'' کے مصنف فقیر سید وحید الدین، اپنے والد ماجد کی زبانی حضرت داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ اور حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا یوں ذکر فرماتے ہیں:

''کل صبح میں اقبال کے ہاں گیا تو گویا میرے منتظر تھے۔دیکھتے ہی کھل گئے اور کہا اچھا ہوا فقیر تم آ گئے۔سنا ہے کہ

حضرت داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ میں آج کل کوئی بہت روشن ضمیر بزرگ قیام رکھتے ہیں۔ان سے ایک سوال کا جواب چاہتا ہوں۔سوال یہ ہے کہ جب مسلمانوں سے یہ وعدۂ ایزدی ہے کہ وہ اقوام عالم میں سرفراز اور سربلند ہوں گے تو آج کل یہ قوم اتنی ذلیل وخوار کیوں ہے۔اچھا ہے تم بھی ساتھ چلو، اکیلے زحمت کون کرے۔میں نے حامی بھر لی اور چلنے کی تیاریاں شروع کردیں۔۔۔۔داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کا فیصلہ ہوتے ہی انھوں (علامہ اقبال) نے علی بخش کو آواز دی اور کہا دیکھو ہم باہر جارہے ہیں ذرا جلدی سے فقیر کے لیے حقہ بھر دو اور بھاگ کر کچھ سوڈا لیمن وغیرہ لے آؤ اس اہتمام میں حسب معمول جانے کتنا وقت نکل گیا۔جب صبح سے دوپہر ہوگئی تو میں نے کہا بھئی اقبال تمہارا کہیں جانے کا ارادہ تو ہے نہیں یوں ہی وقت ضائع کررہے ہو۔میں تو اب گھر چلا! اقبال اس پر کچھ چونک سے پڑے اور کہا بھئی اب تو واقعی دھوپ تیز ہوگئی ہے۔تم جانا چاہتے ہو تو جاؤ لیکن یہ وعدہ کرو شام کو ضرور آؤ گے کچھ بھی ہو ہمیں ان بزرگ کے پاس ضرور جانا ہے میں وعدہ کرکے چلا آیا۔سہ پہر کو پھر پہنچا لیکن پھر اس طرح حقہ اور سوڈا لیمن میں دن ڈھل گیا۔

میں نے اقبال سے اس تساہل کا ذکر کیا تو اقبال بہت ہی انکساری سے کہنے لگے۔بھئی اس دفعہ معاف کردو صبح ضرور چلیں گے۔اگلی صبح میں عمداً دیر سے پہنچا گیارہ بجے کا وقت ہوگا اقبال کو دیکھا تو ان کی عجیب کیفیت تھی رنگ زرد، چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔تفکر اور اضطراب کا یہ عالم کہ جیسے کوئی شدید سانحہ گزر گیا ہو۔میں نے پوچھا خیر تو ہے کہنے لگے فقیر میرے قریب آکر بیٹھو تو کہوں۔

آج صبح میں بیٹھا تھا کہ علی بخش نے آکر اطلاع دی کہ کوئی درویش صورت آدمی ملنا چاہتا ہے تو میں نے کہا بلالو اور ایک درویش صورت اجنبی میرے سامنے خاموش آکھڑا ہوا۔کچھ وقفہ کے بعد میں نے کہا فرمائیے۔آپ کو مجھ سے کچھ کہنا ہے۔اجنبی بولا۔ہاں تم مجھ سے کچھ پوچھنا چاہتے تھے۔میں تمھارے سوال کا جواب دینے آیا ہوں اور اس نے مثنوی کا یہ مشہور شعر پڑھا۔

گفت رومی ہر بنائے کہنہ کا باداں کنند
تو ندانی اوّل آں بنیاد را ویراں کنند

کچھ پوچھو نہیں مجھ پر کیا گزر گئی۔چند لمحوں کے لیے مجھے قطعی اپنے گردوپیش کا احساس جاتا رہا۔ذرا حواس ٹھکانے ہوئے تو بزرگ سے مخاطب ہونے کے لیے دوبارہ نظر اٹھائی لیکن وہاں کوئی بھی نہ تھا علی بخش کو ہر طرف دوڑایا لیکن کہیں سراغ نہ ملا۔"

آخری عمر میں تو حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ فنافی لگنج بخش رضی اللہ عنہ ہو کر رہ گئے تھے۔ان دنوں میں ایک تو وہ "کشف

المحجوب'' کا بکثرت مطالعہ کرتے اور دوسرے 1936ء سے لے کر اس وقت تک جبکہ چلنے پھرنے سے بالکل معذور ہو گئے ہر روز صبح کی نماز اپنے ایک عزیز دوست ڈاکٹر نیاز احمد کی ہمرائی میں حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ میں ادا کرتے رہے اور معمول میں کبھی ناغہ نہ ہوا۔

ہاں اگر وہ لاہور سے باہر گئے ہوں تو علیحدہ بات ہے۔ڈاکٹر نیاز احمد سابق ڈائریکٹر انسٹیٹیوٹ آف ٹیکنالوجی پنجاب یونیورسٹی کی نواسی محترمہ شائلہ امین صاحبہ اپنے ایک مضمون میں علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ روزانہ کے معمولات میں حاضری درگاہِ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا یوں تذکرہ کرتی ہیں (اپنے نانا کی وساطت سے)

نانا مرحوم ایک بات جس کا وہ خاص طور پر ذکر کرتے تھے وہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے عقیدت تھی۔ایک بار جب علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے لیے جاوید منزل گئے تو علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ ''کشف المحجوب'' کا مطالعہ کر رہے تھے۔نانا کو دیکھتے ہی پرنم آنکھوں سے بولے دیکھو ڈاکٹر نیاز یہ کتاب نہیں یہ تو گنجینۂ معنی ہے،کیا خوبصورت پیغام کتنے سادہ لفظوں میں دیا گیا،مگر سمجھ نہیں آتی مسلمان اس قدر بے حس کیوں ہو گیا ہے۔واللہ اگر ہم آج بھی داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ تصوف کی گہرائی اور گیرائی سمجھ لیں تو اسلام کو سمجھنے میں دقت ہی کچھ نہ رہ جاتی۔

نانا مرحوم کہتے ہیں 22 فروری 1936ء سے لے کر نومبر 1937ء تک یہ دستور رہا کہ میں صبح تین بجے کا الارم لگا کر سوتا 3 بجے گاڑی لے کر سیدھا جاوید منزل پہنچتا۔پہلے ہی ہارن پر حضرت علامہ تشریف لے آئے۔ہم دونوں نماز فجر داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ درگاہ میں ادا کرتے۔علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا نصف پارہ تلاوت کرتے اور اُجالا ہونے پر میں انھیں ان کی اقامت گاہ پر چھوڑ کر واپس آتا۔اس معمول میں اندھیرے،سویرے،گرمی،سردی،برسات میں کبھی فرق نہیں پڑا نومبر 1937ء کے آغاز میں جوڑوں کے درد کے باعث چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تھے جس سے یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔

حضرت سید مغفور القادری رحمۃ اللہ علیہ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے حضور حضرت داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ رحمۃ اللہ علیہ کی وساطت سے پہنچے۔

جناب سیّد اسرار بخاری اپنی تالیف ''حیاتِ مغفور''ص 62 تا 64 میں یوں تذکرہ فرماتے ہیں۔

''آپ (سید مغفور القادری رحمۃ اللہ علیہ)حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی ذات اور کلام سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا تقریباً سارا کلام اقبال زبانی یاد تھا۔تحریر وتقریر میں اس کثرت سے حضرت علامہ کے اشعار سناتے کے لوگ حیران رہ جاتے،خلوت اور تنہائی میں بارہا آپ کو کلام اقبال ترنم سے پڑھتے اور مضطرب انداز میں روتے دیکھا گیا۔حضرت علامہ سے ملاقات کے انتہائی خواہش مند اور شائق تھے مگر اس کی کوئی صورت پیدا نہیں ہو رہی تھی۔دوسری طرف دور دراز دیہاتی علاقے میں رہنے کی وجہ سے آپ کو اس بات کا قطعاً علم نہیں تھا کہ حضرت علامہ کے ہاں دنیاوی رکھ رکھاؤ اور تکلفات کے برعکس انتہائی سادہ،

درویشانہ بلکہ قلندرانہ طریقہ رائج تھا۔ ہر شخص کے لیے رات دن دروازہ کھلا تھا۔ کسی پیشگی اجازت یا وقت مقرر کرنے کے مصنوعی طریقوں سے یہ عاشق رسول ﷺ بالکل نا آشنا تھا۔ لیکن چونکہ آخری دور میں حضرت علامہ کی شہرت آسمان کی بلندیوں کو چھو رہی تھی۔ حضرت والا اپنے طور پر یہ سمجھتے تھے کہ نہ معلوم حضرت علامہ کی خدمت میں حاضری کے لیے کتنی تگ و دو کرنی پڑے گی۔

1936ء کے آواخر میں حضرت والا لاہور تشریف لے گئے ظہر کے وقت سید علی ہجویری داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ کے مزار مقدس کی زیارت کے لیے آستانۂ عالیہ پہنچے آپ کا طریقہ یہ تھا کہ جس شہر میں داخل ہوتے پہلے وہاں کے معروف بزرگوں کے مزارات پر حاضری دیتے۔ آپ نے مزارِ مبارک پر مراقبہ فرمایا تو دل میں غیبی تقاضا ہوا کہ ابھی ابھی علامہ اقبال کی خدمت میں جائیے۔ اس زمانے میں حضرت علامہ علیہ الرحمہ جاوید منزل میں منتقل ہو چکے تھے۔ آپ (سید مغفور القادری علیہ الرحمہ) خادم کے ہمراہ اسی وقت جاوید منزل کے لیے روانہ ہو پڑے۔

مغرب سے تقریباً آدھ گھنٹہ قبل آپ جاوید منزل پہنچے۔ جوں ہی کوٹھی کے احاطے میں داخل ہوئے آپ نے دیکھا کہ حضرت علامہ برآمدے میں کسی کے انتظار میں کھڑے ہیں۔ آپ نزدیک ہوئے اور سوچنے لگے کہ حضرت علامہ سے کس طرح اپنا تعارف کراؤں۔ اتنے میں حضرت علامہ علیہ الرحمہ خلافِ معمول فرمایا، آیئے آیئے شاہ صاحب میں آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔ یہ فرماتے ہوئے حضرت علامہ کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے اور ان کی آواز گلوگیر ہو گئی۔

حضرت مغفور القادری علیہ الرحمہ یہ معاملہ دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئے کہ نہ میری جان نہ پہچان نہ پہلے سے وقت مقرر کیا ہے۔ میری انتظار کے کیا معنی! اندر پہنچے تو کمرے کی سادگی دیکھ کر آپ متعجب ہوئے۔ بیٹھتے ہی حضرت علامہ فرمانے لگے شاہ صاحب، کچھ سنایئے ''حضرت والا نجی محافل میں یا کسی شخصیت کی خواہش پر کبھی کبھار انتہائی پُرسوز اور خوبصورت انداز میں مثنوی، نعتیہ کلام اور کافیاں پڑھتے تھے۔ آپ نے یہ اشعار شروع کیے۔

سید و سرور محمد نورِ جاں　　مہتر و بہتر شفیع مجرماں
مہترین و بہترین انبیاء　　جز محمد نیست در ارض و سما

حضرت علامہ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور وہ انتہائی کیف و جذب کی حالت میں تھے۔ اس کے بعد آپ نے سچل سرمست فاروقی کی ایک کافی کے چند مصرعے پڑھے تو حضرت علامہ کا ضبط ٹوٹ گیا اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت والا نے دریافت کیا کہ حضرت ذرا اس راز سے تو پردہ اٹھایئے کہ جان پہچان کے بغیر میرے انتظار اور تعارف میں کیا حکمت ہے۔

حضرت علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا شاہ جی بات کچھ نہیں گزشتہ رات مجھے خواب میں حضرت داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ کی زیارت ہوئی انھوں نے آپ کی شکل دکھاتے ہوئے مجھے فرمایا کہ مغرب کے وقت سلسلہ قادریہ کے ایک دردمند درویش کو تمھارے پاس بھجوا رہا ہوں۔اس کا خیال رکھنا، آپ کی ٹوپی (مخصوص قادری ٹوپی) میرے لیے خاص نشانی تھی۔آپ جوں ہی کوٹھی کے احاطے میں داخل ہوئے ہیں۔میں نے آپ کو پہچان لیا ہے۔میں تو صبح سے آپ کے انتظار میں تھا اس کے بعد کچھ دیر وحدت الوجود اور وحدت الشہود پر گفتگو ہوتی رہی۔آخر میں صوفیائے کرام کے مختلف سلاسل پر بات چل نکلی تو حضرت علامہ نے فرمایا کہ سلسلہ قادریہ تمام سلاسل کا جامع سلسلہ ہے اور بالآخر یہی سلسلہ غالب آجاتا ہے۔حضرت علامہ نے فرمایا کہ مجھے بھی اسی سلسلہ سے فیض ملا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

محفل کے آخر میں حضرت والا نے علامہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کہ میرے حق میں دعا کیجیے اس پر حضرت علامہ رونے لگے اور فرمانے لگے کہ شاہ صاحب آپ ہی دعا فرمائیں۔اس کے بعد آپ واپس آگئے لیکن حضرت علامہ سے اس مختصر ملاقات کا ہمیشہ مزہ لے لے کر ذکر فرماتے اور اکثر اوقات آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتیں۔بارہا آپ نے فرمایا کہ افسوس! ہماری قوم اقبال کو زندگی میں نہ پہچان سکی۔“

حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ خادم خاص میاں علی بخش نے اپنی زندگی میں حضرت علامہ رحمۃ اللہ علیہ ہاں ایک ایسا ناقابل فراموش واقعہ دیکھا جسے میاں علی بخش عمر بھر یاد کرتے رہے۔ایک دن نصف شب کا واقعہ ہے۔جس میں ایک بزرگ حضرت علامہ رحمۃ اللہ علیہ کمرہ میں تشریف رکھتے تھے دوسرے بزرگ بازار میں لسی کی دوکان لگائے بیٹھے تھے۔یہ واقعہ بہت مشہور اور زبان زدعام ہے۔

مئی 2000ء کے ماہنامہ روحانی ڈائجسٹ کراچی میں سید مہر علی کا ایک مضمون دریادل، شائع ہوا ہے جس میں انھوں نے علامہ کے ہاں واقعہ نصب شب تحریر کیا ہے۔جو ادھورا چھوڑ دیا ہے۔یہ نہیں بتا سکتے دونوں بزرگ کون تھے۔مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی کو راوی لکھا ہے۔میں (سید محمد عبداللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ) کی تہہ تک جانا چاہتا ہوں کہ اصل واقعہ کیا ہے ہماری خوش قسمتی ہے کہ نیازی صاحب ہم میں موجود ہیں اللہ تعالیٰ عزوجل شانہٗ انھیں صحت والی عمر عطا فرمائے بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت نیازی صاحب کی عمر تقریباً 85 سال ہے۔

میں نے 9 اگست 2000ء کو مولانا نیازی صاحب کو ”واقعہ نصف شب“ کے سلسلہ میں ایک خط بذریعہ جناب ظہور الدین خاں، مکتبہ رضویہ 24/2 سوڈی وال کالونی ملتان روڈ لاہور روانہ کیا۔کیونکہ ظہور الدین صاحب کی مولانا نیازی صاحب سے پرانی نیازمندی ہے اکثر و پیشتر ملاقات کرتے ہیں۔مولانا کی کتاب ”اتحاد بین المسلمین“ بھی شائع کر چکے ہیں۔

اس تحریر کے وقت حضرت مجاہد ملت زندہ تھے اب جبکہ وہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے ہیں۔

راقم الحروف کے والد مکرم نامور محقق ونقاد ماہر اقبالیات سید نور محمد قادری (وفات 15 نومبر 1996ء) چک نمبر 15 شمالی ضلع منڈی بہاؤالدین اور راقم کے سے بھی ظہورالدین خاں کے دیرینہ علمی وادبی مراسم ہیں۔ الحمدللہ یہ تعلقات آج تک بڑی گرم جوشی سے قائم ہیں۔

جناب ظہورالدین خاں میرا خط لے کر مولانا نیازی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھیں میرا خط سنایا تو نیازی صاحب نے اپنی یادداشت کے مطابق اصل واقعہ لکھوا دیا۔ نیازی صاحب کا کہنا مستند ہے کیونکہ وہ ثقہ راوی ہیں۔

ظہورالدین خاں نے مجھے بذریعہ خط مورخہ 18 اگست 2000ء جواب روانہ کیا ملاحظہ فرمائیں۔

2/24

سوڈی وال کالونی ملتان روڈ لاہور

برادرم سید محمد عبداللہ قادری زید مجدکم

سلام ورحمت

مولانا نیازی صاحب (محمد عبدالستار خاں) خوش قسمتی سے ان دنوں لاہور میں ہی تھے پچھلے دنوں نواب زادہ نصراللہ خاں کی A.P.C کانفرنس میں شرکت کے لیے آئے ہوئے تھے۔ جونہی میں نے آپ (سید محمد عبداللہ قادری) کا معاملہ ان کے سامنے رکھا تو انھوں نے فوراً واقعہ لکھوانا شروع کر دیا۔

احقر نے واقعہ آپ کے مرسلہ واقعہ کی پشت پر لکھنا شروع کر دیا۔ جلدی میں لکھا ہے امید ہے پڑھا جائے گا۔

گوجرانوالہ کے جس بزرگ نے واقعہ نیازی صاحب سے بیان کیا تھا۔ اس وقت زندہ نہیں ہیں اور ان کا نام بھی مولانا کو بھول گیا ہے۔ یاد نہیں آ رہا۔ ان کی اولاد بیٹے وغیرہ موجود ہیں۔

والسلام مع الاکرام

ظہورالدین

واقعہ نصف شب کی کہانی مولانا نیازی صاحب کی زبانی

اصل واقعہ

گوجرانوالہ کے ایک بزرگ علی بخش کے پاس آئے اور کہا مجھے علامہ محمد اقبال کی زندگی کے کچھ واقعات بتاؤ۔ علی بخش

نے جواب دیا کوئی بات ایسی نہیں رہ گئی جو مجھ سے علامہ محمد اقبال نے بیان نہ کی ہو حتیٰ کہ مجھے ان کے شب و روز خوراک کا حال بھی یاد ہے۔ایسی کوئی بات یاد نہیں جو بیان نہ کی ہو اور آپ کو بتاؤں۔جب اُس بزرگ نے اصرار کیا تو علی بخش نے کہا۔ ہاں ایک واقعہ ایسا ہے جو پیش آیا مگر علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اُس کی تفصیلات نہیں بتائیں۔

ایک روز وہ میری فداکارانہ خدمت سے مسرور تھے اور مجھے کہا علی بخش بتاؤ تمھیں کیا دوں تا کہ تم خوش ہو جاؤ میں نے جواب دیا کہ جو معاملہ آپ کو ایک دن نصف شب کو پیش آیا تھا اور میں نے اس کے بارے میں آپ سے سوال کیا تو آپ نے بتانے سے انکار کر دیا۔اب بتانا چاہتا ہوں مگر اس شرط کے ساتھ میرے حین حیات (عمر بھر) کسی کو نہ بتانا البتہ میری زندگی کے بعد بتا سکتے ہو۔

جس رات کا ذکر ہے وہ یوں ہے ایک روز نصف شب آپ (علامہ محمد اقبال) بستر پر لیٹے ہوئے بے حد بے چین اور مضطرب تھے دائیں بائیں پلٹتے تھے یکا یک آپ اُٹھ کھڑے ہوئے اور کوٹھی (میکلوڈ روڈ) کے باہر گیٹ کی طرف نکل گئے میں بھی پیچھے چلا گیا۔اتنے میں ایک پاکیزہ بزرگ اندر داخل ہوئے ان کا لباس خوبصورت سفید تھا انھیں آپ نے پلنگ پر بٹھا دیا اور خود نیچے ان کے پاؤں میں بیٹھ گئے اور اس روحانی بزرگ کے پاؤں دبانے لگے اور اسی دوران علامہ نے ان سے پوچھا کہ آپ کے لیے کیا لاؤں۔انھوں نے جواب دیا کہ مجھے دہی کی لسی بنا کر پلا دو۔اس پر میں نے علی بخش کو کہا جگ لے کر جاؤ اور باہر سے لسی بنوا کر لے آؤ۔

میں (علی بخش) حیران تھا کہ اس وقت لسی کہاں سے حاصل کروں بھاٹی گیٹ جا کر مسلمان کی کسی دوکان سے بنوا کر لے آؤں یا لاہور اسٹیشن جا کر کسی مسلمان سے بنوا کر لے آؤں۔جونہی میں باہر نکلا تو کوٹھی کے سامنے ایک بازار دکھائی دیا۔ بازار میں مجھے ایک لسی والے کی دکان نظر آئی میں اس کے پاس چلا گیا اور اسے کہا کہ مجھے جگ میں لسی بنا کر دے دو اس نے جگ مجھ سے لے لیا جگ کو اچھی طرح دھویا اور پھر ایک دہی کی مٹکی (کونڈا) اٹھا کر اپنے گڑوے میں لسی بنا کر مجھے میرے جگ میں بھر کر دے دی۔

میں (علی بخش) نے اس کے پیسے پوچھے تو سفید ریش بزرگ دوکاندار نے جواب دیا کہ علامہ محمد اقبال سے ہمارا حساب چلتا رہتا ہے تم لے جاؤ اوران کو پیش کر دو میں جگ لے کر آیا تو حضرت علامہ کو پیش کر دیا۔حضرت علامہ نے ایک گلاس پھر ان سفید ریش روحانی بزرگ کو پیش کیا انھوں نے پی لیا اور پھر دوسرا گلاس بھر کر دیا وہ بھی انھوں نے پی لیا ۔جب تیسرا گلاس بھرا تو بزرگ نے فرمایا خود پی لو۔کافی دیر تک علامہ صاحب اس بزرگ کے پاؤں دباتے رہے اور باتیں کرتے رہے کچھ دیر بعد وہ بزرگ اٹھ کھڑے ہوئے اور کوٹھی سے باہر نکلنے کے لیے چل دیے۔علامہ صاحب بھی ان کے

ساتھ نکلے میں بھی ان کے پیچھے چلا گیا۔کوٹھی سے باہر وہ بزرگ نکلے تو پھر غائب ہو گئے میں حیران کہ یہ کون ہیں کہاں چلے گئے اور پھر سامنے وہ دوکاندار بھی نہ تھا جس نے مجھے لسی بنا کر دی تھی۔

میں نے پوچھا حضرت (علامہ محمد اقبال) یہ بزرگ کون تھے اور دوکان پر بیٹھے سفید ریش بزرگ کون تھے۔

علامہ صاحب نے فرمایا کہ میں ان کے نام بتاتا ہوں لیکن میری زندگی میں کسی کو نہ بتانا۔ جو بزرگ کوٹھی میں تشریف لائے اور لسی پی وہ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ عنہ تھے اور جس بزرگ نے لسی بنا کر دی وہ داتا گنج بخش علی ہجویری رضی اللہ عنہ ہیں۔

یہ سارا واقعہ گوجرانوالہ کے اس بزرگ کو علی بخش نے بتایا اور پھر گوجرانوالہ کے اس بزرگ نے یہ واقعہ مجھے (محمد عبدالستار خاں نیازی) کو بتایا۔

(مولانا) محمد عبدالستار خاں نیازی

تحریر:ظہورالدین خان 18 اگست 2000ء

میرا مضمون **علامہ محمد اقبال کے ہاں واقعہ نصب شب** ماہ نامہ ضیائے حرم لاہور جنوری 2003ء، مجلّہ انوار رضا جوہر آباد، نیازی نمبر میں شائع ہوا تو حافظ آباد کے جناب مکرم محمد یوسف حضوری صاحب کی نظر سے گزرا تو انھوں نے از راہِ عنایت مجھے خط تحریر کیا خط کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔

راقم الحروف (محمد یوسف حضوری) آپ (سید محمد عبداللہ قادری) کا تجسس دور کر رہا ہے۔مولانا نیازی مرحوم 12 اپریل 1987ء کو حافظ آباد تشریف لائے تھے وہ ڈاکٹر محمد حسین بھٹی چشتی گولڑوی (31 مارچ 1987ء) کے ختم قل کی تقریب میں بیان فرما رہے تھے اس خطاب میں چونکہ ڈاکٹر بھٹی مرحوم کے ایصال ثواب کی بات تھی۔اسی حوالہ سے مولانا نیازی نے داتا صاحب رضی اللہ عنہ، خواجہ اجمیری رضی اللہ عنہ سے علامہ اقبال کی عقیدت کا واقعہ، ڈاکٹر محمد حسین بھٹی کی زبانی سنایا تھا۔راقم الحروف (محمد یوسف حضوری) نے ازاں بعد اسے روزنامہ مشرق لاہور کو ارسال کیا تھا

مضمون، 27 جون 1990ء میں شائع ہوا۔ بعدازاں راجا رشید محمود نے ماہ نامہ ''نعت'' لاہور کے لیے کاپی منگوائی تھی۔وہ گوجرانوالہ کی شخصیت ڈاکٹر محمد حسین بھٹی مرحوم ہی تھے۔جس کا ذکر نیازی صاحب نے کیا کیونکہ حافظ آباد 1993ء سے قبل ضلع گوجرانوالہ کی تحصیل تھی۔اور مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی مرحوم کے مطابق اس واقعہ کے راوی، مندرجہ ذیل لوگ ہیں۔علی بخش رحمۃ اللہ علیہ (خادم خاص علامہ اقبال)

ڈاکٹر محمد حسین بھٹی حافظ آبادی اور مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی رحمتہ اللہ علیہ جناب ظہورالدین خان صاحب

24/2 سوڈی وال کالونی ملتان روڈ لاہور نے ایک واقعہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ عنہ اور حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق تحریر کر کے راقم السطور کو روانہ کیا ہے۔

حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی کتب بانگ دراوغیرہ کی کتابت معجز رقم خطاط استاد یگانہ عبدالمجید پروین رقم کرتے تھے۔ حضرت علامہ رحمۃ اللہ علیہ مجموعوں (کلام) کی کتابت میں بھرپور دلچسپی لیتے تھے کیونکہ خراب کتابت شاعری کے حسن کو دُھندلا دیتی ہے۔

اب واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔ جناب ظہورالدین خاں کو پروین رقم مرحوم کے شاگرد خوشی محمد ناصر قادری مرحوم نے ایک واقعہ سنایا۔ جو انھوں نے اپنے استاد کی زبانی سنا تھا۔ یہ واقعہ خواب کا ہے۔

میرے (خوشی محمد ناصر قادری) استاد مکرم عبدالمجید پروین رقم، حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کی کتابت کیا کرتے تھے۔ جتنی کتابت کر لیتے تھے وہ میرے ہاتھ (ذریعہ) حضرت علامہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھجواتے تھے ان دنوں حضرت علامہ اقبال منزل، گڑھی شاہو میں مقیم تھے۔ ایک دفعہ کسی وجہ سے میرے استاد، حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ سے ناراض ہو گئے اور حضرت علامہ سے کہا کہ میں آئندہ آپ کا کام (کتابت) نہیں کروں گا۔ چند دنوں بعد میرے استاد مکرم پروین رقم نے مجھے بتایا کہ ایک روز خواب میں مجھے (پروین رقم) حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ عنہ ملے اور مجھے فرمایا (ہدایت کی) پروین رقم علامہ محمد اقبال کا کام نہیں چھوڑنا بلکہ کرتے رہنا۔

مجھے (ظہورالدین) خوشی محمد ناصر قادری مرحوم نے ایک اور واقعہ سنایا کہ جب میں حضرت علامہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کتابت لے کر جایا کرتا تھا تو ایک دن میں نے علی بخش خادم خاص حضرت علامہ سے پوچھا کہ حضرت علامہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کو کتنی تنخواہ دیتے ہیں تو علی بخش نے جواب دیا جتنی ضرورت ہوتی ہے دے دیتے ہیں۔‘‘

روحانی تصرف تو موجود ہے اور ہر دور میں رہے گا بزرگ شخصیات کسی نہ کسی طرح حکم صادر فرماتے رہتے ہیں اگرچہ وہ لوگ ہم میں موجود نہیں ہیں ان کی توجہات برابر رہنمائی کرتی رہتی ہیں۔

جناب ظہورالدین خاں، مزید لکھتے ہیں کہ میں نے مذکورہ واقعہ آپ (سید محمد عبداللہ قادری) کے والد گرامی قدر نامور محقق ونقاد سید نور محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کو سنایا تھا تو سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کسی وقت یہ واقعہ جناب خوشی محمد ناصر قادری صاحب کی قلم سے لکھوالو، میں اپنی سستی وکاہلی کے باعث ایسا نہ کر سکا اب وہ ہم میں موجود نہیں ہیں۔ میں اس موضوع کو حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شعر پر ختم کرتا ہوں۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں

محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

اس شعر کا انگریزی میں ترجمہ مولانا محمد بخش مسلم (بی اے) نے یوں کیا ہے۔

Lips cannot disclose what is being observed by eyes.

There will be most amazing and wondersful change in the world.

ماخذ

(۱) ماہنامہ فیض الاسلام راولپنڈی مئی 1974ء

(۲) ماہنامہ نور الحبیب بصیر پور ص 14 صفر المظفر 1408ھ

(۳) مکتوب سردار عبدالقیوم خان طارق سلطانپوری بنام سید محمد عبداللہ قادری (راقم الحروف) 27 جون 2000ء

(۴) تذکرہ حضرت داتا گنج بخش قدس سرہٗ وتعارف کشف المحجوب، از حکیم محمد موسیٰ امرتسری ص55۔ ناشر مصطفائی تحریک پاکستان لاہور جنوری 2000ء

(۵) کلیات اقبال حصہ فارسی اسرار ورموز ص 52

(۶) شرح اسرارِ خودی از پروفیسر یوسف سلیم چشتی ص 424 تا ص 431

(۷) ''راوی'' لاہور اقبال نمبر مضمون میاں ایم اسلم ص 9 اپریل 1974ء

(۸) روزگارِ فقیر، فقیر سید وحید الدین طبع ششم لاہور ص 32,33، 1966ء

(۹) روزنامہ نوائے وقت لاہور (اقبال نمبر) مضمون شائلہ آمین (نواسی ڈاکٹر نیاز احمد) 21 اپریل 1982ء

(۱۰) حضرت علامہ محمد اقبال کے متعلق چند نایاب تحریریں، مضمون سید نور محمد قادری ماہنامہ ضیائے حرم لاہور اپریل 1997ء

(۱۱) مکتوب ظہور الدین خاں 24/2 سوڈی وال کالونی ملتان روڈ لاہور بنام سید محمد عبداللہ قادری محررہ 18 اگست 2000ء

(۱۲) مکتوب جناب محمد یوسف حضوری بنام سید محمد عبداللہ قادری محررہ 5 جنوری 2002ء

(۱۳) مکتوب ظہور الدین خاں بنام سید محمد عبداللہ قادری محررہ 24 اگست 2000ء

(۱۴) اقبال اے گریٹ مسلم مضمون مولانا محمد بخش مسلم، ماہنامہ رزم نو گجرات (حکیم الامت علامہ محمد اقبال نمبر) نومبر 1993ء